قربانی: مسلمان کو مسلمان بناتی ہے

(آخری قسط)

خرم مرادؒ

غیر مادّی قربانیاں

وقت، دولت، زندگی اور اسی طرح کی دیگر چیزیں قربان کرنا، کوئی شک نہیں کہ، بڑا دُشوار کام ہے، مگر ان چیزوں کے مادّی اور محسوس اشیا ہونے کی وجہ سے ان کی قربانی میں کئی لحاظ سے زیادہ مشکل پیش نہیں آتی۔ آپ جو کچھ بھی قربان کریں گے، وہ نظر آنے والی چیز ہوگی۔ جو قربانی آپ دیں گے اُسے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اطمینان کرسکیں گے۔ علاوہ ازیں بڑے پیمانے پر ایسی قربانیوں کی ضرورت بالعموم کسی بحران یا آزمایش کے وقت پیش آتی ہے۔ مصیبت اور آزمایش کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں، جو انسان کے اندر کے جذبات کو تحریک دے کر اُس سے اپنی بہترین چیزیں باہر نکلوالاتی ہیں۔ ایسے مواقع پر آپ صورتِ حال سے باخبر ہوتے ہیں، آپ کو احتیاجات کی فوری تکمیل کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے اور آپ جذبات سے مغلوب بھی ہوتے ہیں۔ نیز ایسی قربانیاں بنیادی طور پر ذاتی نوعیت کی قربانیاں ہوتی ہیں، اپنی مرضی سے دی جاتی ہیں، بالعموم ان قربانیوں سے باہمی تعلقات کا پیچیدہ جال نہیں الجھتا۔

وہ تو غیر مادّی اور غیر محسوس قسم کی اشیا کی قربانیاں ہیں جو نہ صرف زیادہ مشکل ہیں، فرد اور معاشرے کے لیے زیادہ اہم ہیں اور جدوجہد میں کامیابی کے لیے زیادہ ضروری ہیں، لیکن انھی قربانیوں سے صرفِ نظر کرنے، یا انھی قربانیوں کو نظر انداز کردیے جانے کے امکانات بھی نسبتاً زیادہ ہوتے ہیں۔ اکثر اوقات ان قربانیوں کو قربانی سمجھا ہی نہیں جاتا۔ ان اشیا کی قربانی کو نظر انداز کیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ جس چیز کی قربانی دے رہے ہیں اُس کی جڑیں آپ کے دِل و دماغ کی

پہنائیوں میں پیوست ہیں، وہ ٹھوس اور نظر آنے والی چیزیں نہیں ہیں، آپ کو اُن کی قربانی دیتے ہوئے دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور یہ قربانیاں صرف بحران و آزمایش کی گرما گرمی میں نہیں، بلکہ روزمرہ زندگی میں، بغیر کسی کو دکھائے اور بغیر کسی کے علم میں لائے، ہر روز دی جاتی ہیں۔

اجتماعیت کی زندگی بسر کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں جدوجہد کے وقت ایسی قربانیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ اس نوعیت کی قربانیاں ہیں کہ آپ بمشکل ہی ان کو قربانیاں سمجھیں گے۔ مگر ایسی قربانیوں کے بغیر کوئی مضبوط ہم آہنگ اجتماعی زندگی وجود میں آسکتی ہے، نہ کامیابی کی اُمید کے ساتھ کوئی جدوجہد کی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر اپنی پسند و ناپسند کو لے لیجیے۔ دولت کی طرح اس کا حساب نہیں لگایا جاسکتا، مگر افراد، اشیا اور موقف سے متعلق اپنی پسند و ناپسند کی آپ کو قربانی دینی ہوگی۔ ایسی غیر محسوس اشیا کی قربانی دینے کے لیے درحقیقت نسبتاً بڑے جذبۂ قربانی کی ضرورت پیش آئے گی۔ اللہ کے کام میں انسان کو نہ صرف اپنی جان و مال، وقت اور وسائل کی قربانی دینی پڑتی ہے، بلکہ اپنی پسند و ناپسند اور اپنی محبت و نفرت کی بھی قربانی دینی پڑتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس نے صرف اللہ کی خاطر محبت کی اور صرف اللہ کی خاطر نفرت کی، اُس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا''۔ (ابوداؤد، ترمذی)

جب ہم صحابۂ کرام کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ: اللہ اُن سے راضی ہوا، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ) کیوں؟ کیوں کہ اُنھوں نے اپنی ذات کو اس حد تک فنافی اللہ کر دیا تھا کہ اللہ کی پسند اُن کی پسند، اور اللہ کی ناپسند اُن کی ناپسند بن گئی تھی۔ اُنھوں نے نہ صرف اپنی جان و مال کو اللہ کے سپرد کر دیا تھا بلکہ اپنی پوری ذات اللہ کے حوالے کردی تھی۔

اس اہم ترین نوعیت کی قربانی کو عموماً ہم نظرانداز کر دیتے ہیں جس کے بغیر اتحاد و اتفاق کے مسالے سے تشکیل پانے والی اُس اجتماعیت کا بننا انتہائی مشکل ہے جو تنہا اللہ کے کام کو آگے بڑھا سکتی ہے۔ آیئے ہم قربانی کی ان اقسام پر ایک اجمالی نظر ڈال لیں۔ ان میں محبت، نفرت، رشتہ داریاں، پسند و ناپسند، ترجیحات و تعصبات، آرزو اور اُمنگ، آرام و راحت، اُمیدیں اور توقعات، رسوم و رواج، اقدار اور رویے، عہدہ و منصب یا محض اَنا اور خود پسندی شامل ہیں۔

کنبے کی محبت

کنبے کی محبت دُنیا کا طاقت ور ترین اور غالب ترین رشتہ ہے۔ مہد سے لحد تک والدین کی محبت، بچوں کی محبت، بیوی کی محبت، خاوند کی محبت، بھائیوں اور بہنوں کی محبت، بلکہ دوسرے رشتہ داروں کی محبت بھی ہماری زندگی کا محور بنی رہتی ہے۔ یہ محبتیں ہمارے تمام تعلقات پر غالب رہتی ہیں۔ عام طور پر ہماری زندگی، ہمارا روزگار اور مال ومتاعِ دُنیا کا حصول اُنھی کی محبت کی خاطر اور اُنھی کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے وقف ہو جاتا ہے۔

ہم اپنے دل و دماغ، اپنی توجہ اور وفاداری اور اپنے وقت اور دولت پر کسی اور حق سے پہلے عام طور پر اس محبت کا حق تسلیم کرتے ہیں۔ کنبے کی محبت کا تعلق ہمیں جس طرح جوڑے رکھتا ہے اُس طرح کوئی اور تعلق نہیں جوڑ سکتا۔ ہم اکثر لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ 'مجھ پر سب سے پہلا حق میرے گھرانے کا ہے' یا کسی کو اس فخر کا اظہار کرتے دیکھتے ہیں کہ 'میری وفا اور میرا خلوص سب کچھ اپنے خاندان کے لیے وقف ہے'۔ اس کے معقول دلائل ہیں۔ خاندان قدیم ترین اور اہم ترین انسانی ادارہ ہے۔ انسان نے اب تک جن تہذیبوں اور ثقافتوں کی تشکیل کی ہے، یہ اُن سب کا سنگِ بنیاد ہے۔ ایسی مؤثر اور گہری محبت اور ایسی غالب وفاداری کے بغیر تہذیبی اقدار، معیارات اور طور طریقے اگلی نسل کو منتقل کیے جاسکتے ہیں، نہ ان کو محفوظ اور برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ کنبے کے بغیر آدمی، آدمی ہی نہیں رہتا، برباد ہو جاتا ہے۔ پھر کنبے کی محبت بھی اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کی ضرورت کیوں ہے؟ اس کے واضح دلائل ہیں:

اوّل: آپ اُس وقت تک اپنی ذات کو اللہ کے سپرد نہیں کرسکتے جب تک کہ آپ کی زندگی، آپ کی محبت اور آپ کی وفاداری پر اللہ کا حق سب سے مقدم اور سب سے اہم حق نہ بن جائے۔ یوں کنبے کا حق اللہ کے حق کا مطیع ہوگا۔ بصورتِ دیگر یہ امکان ہے کہ کنبے کی محبت ایک صاحبِ ایمان کو اللہ کے احکام کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرنے پر مائل یا مجبور کر دے۔

دوم: کنبہ ہمیشہ سے وہ مضبوط ترین قلعہ رہا ہے جس میں مستحکم اقدار، عقاید، رسوم و رواج اور طرزِ حیات وغیرہ مورچہ بند رہتے ہیں۔ مسلمان بننے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی ذات میں اور اپنے معاشرے میں ایک تبدیلی لانا شروع کرتے ہیں۔ آپ مستحکم بنیادوں پر قائم طرزِ زندگی کو

چیلنج کرنا شروع کرتے ہیں اور اُسے اُکھاڑ پھینکنے کا آغاز کرتے ہیں۔ باپ دادا کے طور طریقوں سے بغاوت اور اُن میں تبدیلی لانے کے خلاف پہلی مزاحمت خاندانی محبت کی حدوں کے اندر ہی سے پیدا ہوگی۔ یہ بالکل فطری بات ہے۔

سوم: جو کچھ آپ کے پاس ہے اُسی کے بل بوتے پر آپ جہاد کا عزم کرتے ہیں۔ آپ کی ہر چیز، بشمول خاندانی محبت کے حق پر، جہاد کا حق دیگر تمام حقوق سے فائق ہونا چاہیے۔ کوئی چیز آپ کو جہاد کے راستے سے منحرف نہ کر سکے۔ خاندانی محبت اگر کوئی رُکاوٹ نہ بنے، تب بھی آپ کو اپنے فرض کی تکمیل کی خاطر کئی طریقوں سے یہ قربانی دینی پڑے گی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم ہمیں آگاہ کرتا ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ (الانفال ۸: ۲۸) ''اور جان رکھو کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد حقیقت میں سامانِ آزمایش ہیں اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لیے بہت کچھ ہے''۔ اور ہمارے سامنے یہ بنیادی گہرا سوال رکھتا ہے کہ تم کس سے زیادہ محبت رکھتے ہو؟ اللہ سے یا......؟

> قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (التوبہ ۹: ۲۴)، اے نبیؐ! کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ، اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی، اور تمھاری بیویاں، اور تمھارے عزیز و اقارب، اور تمھارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمھارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اُس کے رسولؐ اور اُس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمھارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

خاندانی محبت کی قربانی مختلف صورتوں میں دی جاسکتی ہے، اِس کا انحصار اِس بات پر ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت و فرماں برداری اور اُس کی رضا کے حصول کی جدوجہد میں کس انداز سے آڑے آتی ہے۔ پہلی مثال یہ ہے کہ خاندانی محبت مطالبہ کرتی ہے کہ والدین، خاندان کے بڑوں،

باپ دادا کے طور طریقوں یا رسوم و رواج اور معاشرے کی اطاعت کی جائے۔ اگر ایسی اطاعت اللہ کی اطاعت سے متصادم ہو تو اسے ترک کر دینا چاہیے۔ آپ کو اپنی عقل، اپنے ضمیر، اپنے عقیدے اور اللہ کی طرف سے آنے والی ہدایت کا کہا ماننا چاہیے:

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَآ اَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَ نَا ؕ اَوَ لَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ شَيۡـئًا وَّ لَا يَهۡتَدُوۡنَ ○ (البقرہ ۲:۱۷۰)، ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو احکام نازل کیے ہیں اُن کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اُسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اچھا، اگر ان کے باپ دادا نے عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور راہِ راست نہ پائی ہو تو کیا پھر بھی یہ انھی کی پیروی کیے چلے جائیں گے؟

وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ حُسۡنًا ؕ وَاِنۡ جَاهَدٰكَ لِتُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا ؕ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ○ (العنکبوت ۲۹: ۸)، ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے (معبود) کو شریک ٹھیرائے جسے تو (میرے شریک کی حیثیت سے) نہیں جانتا تو ان کی اطاعت نہ کر۔

مزید یہ کہ آپ جن سے محبت کرتے ہیں وہ آپ کے عقیدے پر ایمان لانے سے انکار کر سکتے ہیں، یا وہ اللہ اور اُس کے کام کی کھلی مخالفت پر اُتر سکتے ہیں۔ ایسے مخالف رشتہ دار حق کی آواز کو دبانے کی کوشش کریں گے، آپ کا تمسخر اُڑائیں گے اور تضحیک کریں گے، آپ کو ستائیں گے، گھر سے نکال دیں گے اور آپ کو خاندان سے خارج کر دیں گے۔ آپ کو ایسے ضرر رساں اور مخالف ارکانِ خاندان سے اپنی محبت اور تعلّق کے تمام جذبات کی قربانی دینی ہوگی۔ اللہ کی محبت اور اللہ کے دُشمنوں کی محبت ساتھ ساتھ نہیں رہ سکتی۔ اُن کی محبت سے مکمل دست برداری جیسی بڑی قربانی دے کر ہی آپ اپنے عقیدے کو اپنے دل میں پختہ کر سکتے ہیں اور اپنا شمار اللہ کی جماعت (حزب اللہ) میں کروا کر اُس کی رضا و خوش نودی اور اُس کی جنت کا انعام حاصل کر سکتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مثال لیجیے، جو اللہ کی راہ میں قربانی کا نمونۂ کامل تھے۔ سب سے

پہلے اُنھیں اپنے والد کو چھوڑنا پڑا، حتیٰ کہ اُن کے لیے دُعاے مغفرت کرنے سے بھی اللہ کے حکم پر دست کش ہوگئے، اور آخرکار اللہ کے حضور اپنے لختِ جگر کا ذبیحہ پیش کرنے کو بھی تیار ہوگئے۔ یا سیدنا لوط علیہ السلام کی مثال لیجیے جنھیں اپنی بیوی سے قطع تعلق کرنا پڑا، کیوں کہ وہ اُن لوگوں کی ہم درد تھی جنھوں نے سیدنا لوط علیہ السلام کی اُس دعوت پر کان دھرنے سے انکار کر دیا تھا جو ایک اللہ کی بندگی اختیار کرنے کے لیے اُن کو دی جارہی تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا رضی اللہ عنہم کی مثال لیجیے، باپ بیٹوں کے سامنے صف آرا تھے اور بیٹے باپ کے سامنے، حتیٰ کہ میدانِ جنگ میں بھی، مگر اُن کے پاے استقامت میں لغزش نہیں آئی۔

وہ لوگ جو ایمان لانے سے محض انکار کرتے ہیں اور مخالفانہ سرگرمیوں میں فعّال نہیں ہوتے، اُن کے معاملے میں آپ کی قربانی کی نوعیت قدرے مختلف ہوتی ہے۔ اُن سے آپ کو اپنی دوستی ختم کر دینی چاہیے، لیکن سلوک عادلانہ اور کریمانہ کرنا چاہیے۔ اُلفت و محبت کے تمام تعلقات کا خاتمہ انتہائی اقدام ہے، مگر ان تعلقات سے چھلانگ یک لخت ہی لگانی ہوگی۔ جو لوگ آپ کے عقائد کو پسند نہیں کرتے یا اُن سے اتفاق نہیں رکھتے، اور اس بات کو راز بھی نہیں رکھتے، ایسے اعزہ و اقارب کے ساتھ مستقلاً رہنا آپ کو زیادہ مشکل میں مبتلا کر سکتا ہے اور بہت بڑی قربانی کا تقاضا کرتا ہے۔ کیوں کہ جب آپ کے عقیدے اور ایمان کو بُرا بھلا کہا جائے گا تو آپ کو شدید اذیت ہوگی اس کے باوجود آپ کو ان کے ساتھ تحمل و برداشت سے پیش آنا ہوگا۔

ضروری نہیں کہ آپ کے اہلِ خاندان آپ کے نصب العین کی مخالفت ہی کریں، یا اس معاملے میں غیر جانب دار رہیں، وہ ہمدرد بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کے باوجود اُن سے محبت کے تقاضوں اور اللہ سے محبت کے تقاضوں میں ٹکراؤ، یا اختلاف پیدا ہوسکتا ہے۔ ایسی صورتوں میں یہ بات نہ بھولیے کہ خود اچھے مسلمانوں سے محبت بھی بعض اوقات اللہ کی محبت کی راہ سے بھٹکا سکتی ہے، لہٰذا قربانی کی ضرورت وہاں بھی پیش آتی ہے۔

اکثر اوقات آپ کو مختلف اقسام کے نرم و نازک اور لطیف دباؤ کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ ان کی مزاحمت کے لیے آپ کو متعدد طریقوں سے مسلسل قربانیاں دینی ہوں گی۔ ان میں سے تمام صورتیں اتنی سادہ اور واضح نہیں ہوتیں کہ آپ آسانی سے کسی فیصلے پر پہنچ جائیں۔ کبھی ان کی

ناپسندیدگی اور نامنظوری آپ کے سامنے بظاہر یا بباطن بڑے سادہ انداز میں پیش کی جائے گی، مگر اسے بھی رد کرنا ہوگا۔ بعض اوقات التجائیں اور مطالبات پیش کرتے ہوئے محبت کا واسطہ دیا جائے گا، حقوق کا واسطہ دیا جائے گا اور اختیارات کا واسطہ دیا جائے گا، سب کا اسلام سے جواز بھی پیش کیا جائے گا، آپ کو ان سب کا مقابلہ مناسب طریقے سے کرنا ہوگا۔ بیوی بچے محبت اور التفات کے طالب ہوں گے، آپ کو سب میں توازن رکھنا ہوگا۔

ایسی صورت میں آپ کو اُنھیں خوش رکھنے کی ضرورت پر اللہ سے اپنے عہد کو غالب رکھنا ہوگا، اُن کا دِل نہ دُکھائیں، اُنھیں مایوس نہ کریں اور اُن کی اُمیدوں کو رد نہ کریں۔ بصورتِ دیگر آپ کو اُن سے ملنے والی مدد اور تقویت سے دست کش ہو جانا پڑے گا اور اُن کی گرم جوشی اور جذباتی محبت سے محرومی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ کو بڑے پیچیدہ فیصلے کرنے ہوں گے کیوں کہ اگر وہ اللہ کے کام میں آپ کی راہ کی رکاوٹ بن گئے تو ایک مقام پر پہنچ کر آپ کو اپنے ان فرائض ذِمہ داریوں، خدمت گزاری اور اُن کے حکم کی تعمیل سے ہاتھ اُٹھا لینا ہوگا۔

دوستی

افراد کے مابین قائم ہونے والے الفت و محبت کے رشتوں میں سے ایک بڑا رشتہ دوستی کا تعلّق ہے۔ دوستیاں ہم مزاجی، مشترکہ مفادات و مقاصد اور مشترکہ اہداف کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہیں۔ مسلمان کی حیثیت سے آپ کا ایک ہی ہدف اور مقصد ہے: اپنے پورے وجود کو مکمل طور پر اللہ کے سپرد کر دینا، لہٰذا بہت سی دوستیوں کی آپ کو قربانی دینی ہوگی اور اسی طرح بہت سی دُشمنیوں اور نفرتوں کو بھی ختم کرنا ہوگا۔ اس کے برعکس نئے دوست بنانے ہوں گے۔ کوئی شخص جسے آپ کبھی پسند نہیں کرتے تھے، اُس کے لیے آپ کے دِل میں جگہ نکل آئے گی، وہ آپ کو عزیز ہو جائے گا۔

خاندانی رشتے ہوں یا دوستیاں، سماجی تعلقات زندگی کی ضرورتوں کی تکمیل کرتے ہیں۔ اپنی مدد و تعاون سے وہ آپ کو ضروری کمک اور طاقت فراہم کرتے ہیں۔ آپ کو ایسی حیات بخش کمک اور سماجی تقویت کی قربانی دینی ہوگی کیوں کہ دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں، رشتے بکھر جاتے ہیں اور حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا جاتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو صادق و امین اور قابلِ احترام رہنما تھے، یکایک (نعوذ باللہ) 'فاتر العقل'، 'دیوانے' اور 'لوگوں کے دُشمن' کہے جانے لگے تھے۔

نقطۂ نظر اور موقف

دوستیوں اور رشتہ داریوں کی طرح آپ کی پسند وناپسند کا بھی آپ کی زندگی کے ہر حصّے پر غالب اثر پایا جاتا ہے۔ اس میں آپ کے خیالات، آپ کا نقطۂ نظر، آپ کا ذوق، آپ کا مزاج، آپ کے جذبات واحساسات اور آپ کے رویّے اور آپ کا برتاؤ بھی شامل ہے۔ بسا اوقات ان میں سے ہر ایک کی اپنے اپنے طریقے سے قربانی دینی پڑتی ہے۔

اپنا نقطۂ نظر اور اپنے خیالات آپ کو ہمیشہ عزیز رہتے ہیں۔ اپنے نظریے سے آپ کی جذباتی وابستگی صرف اسی صورت میں پختہ ہوتی ہے جب آپ اپنی زندگی کے نصب العین سے عہدِ وفا استوار کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کے اندر صحیح اور غلط یا حق اور باطل میں امتیاز کی ایک طاقت وَر حِس پیدا ہو جاتی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر وقت یہ خیال آپ کے ذہن میں رہتا ہے کہ اندازِ نظر صرف ایک ہی ہو سکتا ہے: صحیح یا غلط، اور آپ کو ہمیشہ درست طرزِ فکر اختیار کرنا ہے۔ تاہم آپ کے نظریات، کسی خاص معاملے پر آپ کی حکمت عملی اور آپ کے کام کرنے کا طریقہ، ہو سکتا ہے کہ دوسروں کے لیے قابلِ قبول نہ ہو۔ ایسی صورت میں آپ کو اُنھیں چھوڑنا ہوگا، آپ کو اپنے ان نظریات سے علیحدگی اختیار کرنی ہوگی، یا اُن نظریات کے خلاف کام کرنا ہوگا۔ لیکن جب تک آپ کسی معاملے میں اللہ کے کسی صریح حکم کی خلاف ورزی نہ دیکھیں، آپ کو اپنی رائے کی قربانی دینی ہے۔ اجتماعیت کی زندگی کو طاقت ور بنانے کے لیے دی جانے والی یہ قربانی مال و دولت کی قربانی سے زیادہ اہم ہے۔

جذبات و احساسات

بعینہٖ آپ کو اپنے جذبات واحساسات بھی بے حد عزیز ہوتے ہیں۔ بسا اوقات آپ کو اپنے ایسے مشاغل ترک کر دینے پڑتے ہیں، جو اللہ کی رضا وخوش نودی کے کام نہیں ہیں، خواہ وہ آپ کو مرغوب ہوں، آپ اُن میں کشش محسوس کرتے ہوں اور اُنھیں مفید سمجھتے ہوں، جب کہ بعض اوقات صرف اللہ کی رضا وخوش نودی کی خاطر آپ کو ایسے کام کرنے پڑتے ہیں جنھیں آپ پسند نہیں کرتے اور جو آپ کے مزاج کے خلاف ہیں۔ کئی مواقع پر آپ کو اپنے بولنے کی خواہش کو دبانا ہوگا اور خاموش رہنا ہوگا خواہ اپنی بات کہہ دینے کا کتنی ہی شدّت سے دِل کیوں نہ چاہ رہا ہو۔

اور کسی موقع پر آپ کا خاموش رہنے کا جی چاہ رہا ہوگا مگر بولنا پڑے گا۔ آپ کو شدید غصہ آئے گا اور انتقام کا جذبہ جوش مار رہا ہوگا، برا بھلا سنانے کی خواہش پیدا ہو رہی ہوگی، مگر آپ کو اپنی زبان قابو میں رکھنی ہوگی۔ بعض مواقع پر آپ کو تنہائی اور سکون کی ضرورت محسوس ہو رہی ہوگی مگر آپ کو بھرپور سماجی سرگرمیوں اور عوامی رابطوں میں منہمک ہونا پڑے گا۔ اور بعض اوقات آپ کا دل لوگوں سے ملنے جُلنے کو چاہ رہا ہوگا، مگر اکیلے رہنا پڑے گا۔ آپ کے اندر 'کچھ حاصل کر لینے' یا 'کچھ بن جانے' کی اُمنگ موجیں مار رہی ہوگی، مگر آپ کو اپنی ان آرزوؤں سے مکمل طور پر دست بردار ہونا پڑے گا۔ آپ کو اپنی ذاتی خواہشات اور ذاتی منصوبے ردّی کی ٹوکری کی نذر کر دینے ہوں گے۔

ذوق اور مزاج

بہت سے عام معاملات میں بھی آپ کو اپنے ذوق اور مزاج کی قربانی دینی ہوگی۔ آپ کو ایسے انداز سے زندگی بسر کرنے، کھانے پینے، سونے اور پہننے پر مجبُور ہونا پڑے گا جو آپ کو پسند نہیں، آپ کے مزاج کے مطابق نہیں، یا آپ کی ترجیحات اور آپ کے طرزِ زندگی سے لگّا نہیں کھاتا۔ آپ کو یہ طرزِ حیات قبول کرنا ہوگا، بغیر ناک بھوں چڑھائے، برضا و رغبت، دوسروں کی دِل شکنی کیے بغیر اور اُن کے لیے مشکلات اور انتشار پیدا کیے بغیر۔

اَنا اور خود پسندی

اور آخرکار آپ کو اپنی انا، اپنی خود پسندی، اپنے متعلّق حسین تصورات اور ان تصورات سے اپنی محبت، سب کچھ قربان کر دینا ہوگا۔ یہ ظاہری اور باطنی بہت سی خرابیوں کی جڑ ہے۔ اپنے آپ کو فنا کر دینا صرف راہِ سلوک ہی کا ایک مرحلہ نہیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رستے پر چلنے کے لیے جو واحد چیز درکار ہے وہ بھی یہی ہے کہ آپ کو اپنی اَنا، اللہ کی رضا کی خاطر فنا کر دینی ہوگی۔ ہماری خود پسندی، ہمارے نزدیک اتنی اہم چیز بن جاتی ہے کہ اس کے نتیجے میں ضد، ہٹ دھرمی، خودسری، خودستائی، ڈھٹائی، اور دوسروں کی تذلیل جیسی بُری عادات پروان چڑھ جاتی ہیں۔ اپنی اَنا اور خود پسندی کی قربانی دینا زندگی کا سب سے کٹھن کام ہے، مگر یہ کرنا ہی ہوگا۔

مسلسل اور دائمی قربانیاں

بعض قربانیاں زندگی میں ایک ہی بار دینی ہوتی ہیں، جیسے جان کی قربانی۔ کچھ قربانیاں بہت معمولی ہوتی ہیں مگر مسلسل دینی پڑتی ہیں۔ ان کے بعض غیر محسوس پہلوؤں کے سبب ان کا تسلسل ہی انھیں اہم بنادیتا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ ان کے معاملے میں آپ کو ہر وقت چوکس اور چوکنا رہنا پڑتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا موقع آئے اور آپ اونگھ رہے ہوں، بے اعتنائی سے بیٹھے ہوئے ہوں، غفلت اور بے دھیانی کی کیفیت میں ہوں، یا موقع پہچان نہ سکیں۔ دوسرے یہ کہ ان قربانیوں کے لیے عزمِ مسلسل و متواتر درکار ہوتا ہے، جس کو برقرار رکھنے کے لیے زیادہ جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ قربانیاں اتنی چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں کہ ان کے بَل پر کوئی سُورما نہیں بن سکتا، مگر کردار سازی، معاشرتی نظم وضبط اور کامیابی کے لیے ان کی اہمیت کسی لحاظ سے کم نہیں۔ مسلسل گرنے والا پانی کا ایک معمولی قطرہ بھی پتھر کی چٹان میں سوراخ کر دیتا ہے۔ چوتھے یہ قربانیاں بحران اور مصیبت کے وقت نہیں طلب کی جاتیں، بلکہ ان کی ضرورت عام حالات اور روزمرہ زندگی میں پیش آتی ہے۔ اسی وجہ سے معمولی ہونے کے باوجود یہ قربانیاں پیش کرنا بہت دُشوار کام ہے۔ کیوں کہ شدید بحران کے وقت، جب کسی بڑے چیلنج کا سامنا ہو تو کوئی بڑا اعزاز ملنے کی توقع پر اپنی اندرونی صلاحیتوں کو اُبھارنا، اپنے عزم و ارادے کو جگانا اور اپنی بہترین مساعی کو بروے کار لے آنا نسبتاً سہل ہوتا ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ ایک طرح سے آپ کو زندگی کے ہر لمحے چھوٹی چھوٹی ــــــ بہت چھوٹی چھوٹی ــــــ قربانیاں دینی پڑتی ہیں، کیوں کہ زندگی کے ہر ہر قدم اور ہر ہر ثانیے میں آپ کو دو چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑتا ہے، خواہ یہ کتنا ہی چھوٹا معاملہ کیوں نہ ہو۔ اللہ کی رضا و خوش نودی کی خاطر کسی بھی پہلو کا انتخاب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کسی نہ کسی چیز کی قربانی دینے کا فیصلہ کررہے ہیں، یہاں تک کہ اگر آپ نمازِ فجر ادا کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو آپ اپنی نیند اور گرم بستر کی قربانی دے رہے ہوتے ہیں۔

ایک ایسے پہاڑی راستے پر ڈرائیونگ کرتے ہوئے جس میں گہری کھائیاں آتی ہوں، آڑی ترچھی ڈھلوانیں ہوں اور اندھے موڑ پڑتے ہوں، آپ زیادہ محتاط رہیں گے تاکہ محفوظ ڈرائیونگ کرسکیں اور تمام مشکلات سے نبرد آزما ہوسکیں۔ مگر کسی ایسے راستے پر جو ہموار ہو، حادثات

سے محفوظ ہو، اُس میں کسی موڑ کا سامنا نہ کرنا پڑتا ہو، کوئی رکاوٹ نہ پیش آتی ہو اور کوئی اُترائی یا چڑھائی نہ ہو تو اُس راستے پر آپ کے بے پروائی اور غفلت سے ڈرائیونگ کرنے کے امکانات زیادہ ہیں۔ یوں آپ کو کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے، یا آپ اپنا کوئی موقع ضائع کر سکتے ہیں، یا اپنے راستے سے بھٹک سکتے ہیں، یا بے دھیانی میں اپنی منزل سے دُور نکل سکتے ہیں۔

گویا روزمرہ زندگی میں قدم قدم پر قربانیاں دینی پڑتی ہیں ___ گھر میں، دفتر میں، بازار میں، معاشرتی تعلقات میں، تنظیمی سرگرمیوں میں، یہاں تک کہ تنہائی میں بھی ___ جن سے غفلت ہوسکتی ہے۔ یہ قربانیاں دینا زیادہ دُشوار ہے، محض اِس وجہ سے کہ انھیں قربانی تسلیم ہی نہیں کیا جاتا۔

کامیابی کے امکانات کی عدم موجودگی میں

جب دُنیاوی کامیابی سامنے نظر نہ آتی ہو تو ایسی صورت میں دی جانے والی قربانیوں کی مزید جہتیں سامنے آتی ہیں۔ جب آپ کی جدوجہد کے ثمر بار ہونے کے امکانات نظر آرہے ہوں تو نسبتاً زیادہ آسان ہوتا ہے کہ آپ اپنا وقت، اپنا مال اور اپنی زندگی قربان کردیں، اپنی رائے سے دست بردار ہوجائیں، ایسے لوگوں کے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہوجائیں جن کو آپ پسند نہیں کرتے یا اُن طریقوں کو اختیار کرلیں جو ذاتی طور پر آپ کو ناپسند ہیں۔ مگر جب کامیابی کے امکانات موہوم یا معدوم ہوں تو یہ تمام کام انتہائی مشکل ہوجاتے ہیں۔ مایوسی کے لمحات میں، جب کامیابی کی کوئی اُمید نظر نہ آرہی ہو یا شکست واضح انداز سے دکھائی دے رہی ہو، زیادہ امکان یہی ہوتا ہے کہ لوگ اپنے وقت اور مال سے چمٹے رہیں، اپنی رائے پر اصرار کریں اور اپنے ناپسندیدہ افراد، یا طورطریقوں کو ایک تنازع بنا کر کھڑا کردیں۔ ایسی صورتوں میں دی جانے والی قربانیوں کا بہت بڑا اجر ہے۔

قربانی کیسے دی جائے؟

آپ اپنے اندر کی اُن صلاحیتوں کو کیسے بیدار کریں گے جو آپ میں قربانی کا جذبہ اور استعداد، پیدا کریں، پروان چڑھائیں اور برقرار رکھیں؟ آپ سے جو قربانی طلب کی جائے گی اُس کے لیے اپنے آپ کو کس طرح آمادہ وتیار کریں گے؟

ان میں سے کچھ طریقوں سے تو آپ کو قربانی کی اقسام پر بحث کے دوران ہی آگاہی ہوچکی ہے۔ تاہم کچھ بنیادی اندرونی صلاحیتیں ایسی ہیں جن پر زیادہ زور دینے اور جنھیں ہمیشہ یاد

رکھنے کی ضرورت ہے اور جو آپ کو خود اپنے اندر پیدا کرنی ہیں۔ مگر سب سے پہلے ہم چند ایسے بنیادی اُصولوں کو دُہرا لیتے ہیں جن پر ان صلاحیتوں کا انحصار ہے:

اوّل، قربانی اُسی صورت میں قربانی کہلائے گی جب آپ کوئی ایسی چیز قربان کریں جس کی آپ کے نزدیک کوئی قدر و قیمت ہے، یا جسے آپ عزیز رکھتے ہیں۔ ایسی چیزوں کی قربانی آپ اُن سے زیادہ قیمتی، زیادہ محبوب، زیادہ پسندیدہ یا زیادہ ضروری اور زیادہ اہم چیزوں کی خاطر دیتے ہیں۔

دوم، آپ جس چیز کی قربانی دیتے ہیں اُس کی ظاہری شکل خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو—— وقت، مال، زندگی، پسند و ناپسند، نقطۂ نظر —— آپ اصل قربانی ان چیزوں کی نہیں، بلکہ ان چیزوں کی محبت اور آپ کے نزدیک ان چیزوں کی جو قدر و قیمت ہے، اُس کی قربانی دیتے ہیں۔

سوم، اُس صورت میں ان چیزوں کی قربانی دینے پر آپ کے عزم و آمادگی میں مزید اضافہ ہوگا جب اللہ کی محبت اور اُس کے انعامات کی قدر و قیمت آپ کی نظر میں انتہائی شدّت و قوت کے ساتھ بڑھتی جائے گی اور جن چیزوں کی قربانی آپ دے رہے ہیں، وہ ان کے مقابلے میں آپ کو بے قیمت اور حقیر نظر آنے لگیں گی۔

اللہ سے محبت

محبت ہر شے کی بنیاد ہے۔ لہٰذا آپ بخوبی ادراک کر سکتے ہیں کہ قربانی دینے کے لیے جو اندرونی استقامت درکار ہے، اُس کے لیے آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے —— اللہ سے محبت کی۔ آپ کے دل میں اللہ کی محبت کتنی ہے؟ کیا آپ دُنیا کی ہر چیز سے زیادہ اُس سے محبت کرتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ قرآن کہتا ہے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط (البقرہ ۲:۱۶۵)، ''ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں''۔

یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان کو ایک سادہ مگر انتہائی معنی خیز سوال کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ تمھیں کون زیادہ عزیز ہے؟ اللہ، اُس کا رسولؐ اور اُس کی راہ میں جہاد یا باپ، بیٹے، بیویاں، بھائی، مال و دولت، گھربار، تجارت اور کاروبار؟ (التوبہ ۹:۲۴)۔ صرف ایسی محبت سے جذبۂ قربانی خارج سے وعظ و نصیحت کی تحریک پر کی جانے والی نیکی کے بجاے اپنی اندرونی لگن سے کیے جانے والے عمل میں بدل جائے گا۔ تبھی آپ ایمانی تقاضوں کی تکمیل پر حقیقی خوشی اور مسرت سے سرشار

ہوسکیں گے۔ یاد رکھیے کہ ایمان بھی دو قسم کا ہوتا ہے: ایک ہماری زبان پر رہتا ہے اور یہ ایسا ایمان ہے جو بوجھ بن جاتا ہے۔ ایک ایمان وہ ہے جو ہمارے دِل کی گہرائیوں میں سرایت کر جاتا ہے اور یہ وہ ایمان ہے جو خوشی، اطمینان اور لطف کا باعث بنتا ہے۔ جب یہ ایمان حاصل ہو جائے تو اگر آپ سے وقت، مال و دولت اور زندگی کی یا پسند و ناپسند اور نقطۂ نظر کی قربانی طلب کی جائے گی تو آپ یہ چیزیں بخوشی قربان کر دیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس کے پاس ہوں اُس نے ایمان کی حلاوت کا ذائقہ چکھ لیا: (اُن میں سے پہلی چیز یہ ہے کہ) وہ دُنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اللہ اور اُس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہو''...... (بخاری، مسلم)

اللہ سے ایسی محبت کس طرح کی جائے کہ وہ ہر شے کی محبت سے بڑھ جائے؟ اس مقصد کے لیے کوئی جامع فارمولا ہے، نہ ہوسکتا ہے، مگر چند چیزیں کارگر ہوسکتی ہیں اور ان میں سے ہر چیز آپ کی اُن اندرونی صلاحیتوں میں اضافہ کرے گی جو قربانی کے تقاضے پورے کرنے کے لیے درکار ہیں۔

ذکر الٰہی

ہر وقت یاد رکھیے کہ اُس نے آپ کو کیسے پیدا کیا ہے، کس طرح آپ کی ضرورت کی ہر چیز آپ کو مہیا کی ہے، وہ کتنا رحیم و کریم ہے۔ اپنے وجود پر نظر ڈالیے، اپنے اردگرد کی کائنات کا مشاہدہ کیجیے، آپ کو ہر طرف اُس کی رحمت و رافت، اُس کی حکمت اور اُس کی شان و شوکت نظر آئے گی۔ جب آپ اُس کی ان نشانیوں پر غور وفکر کریں گے جو ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں تو اُس سے آپ کی محبت میں اضافہ ہوگا۔ اُس کے ذکر کا ایک جزو اُس کی طرف رجوع کرنا اور اُس سے محبت کرنے میں اُس سے مدد چاہنا بھی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعدد طریقے تعلیم فرمائے ہیں۔

جب اور جتنا ممکن ہو، اللہ کا ذکر کریں، یہ بنیادی اور لازمی عمل ہے۔ اس سے نہ صرف آپ کو اللہ کی محبت کے حصول میں مدد ملے گی، بلکہ جذبۂ قربانی بڑھانے کے لیے آپ کو جن دیگر وسائل کی ضرورت ہے وہ بھی حاصل ہوں گے، جیسے اُس کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس، اُس سے ملاقات اور اُس کے انعامات کی قدر و قیمت کا حقیقی ادراک، اس دُنیاوی زندگی کی حقیقت اور دُنیا کی حیثیت کا فہم، اُس کے حضور شکرگزاری اور عجز و انکسار کا اظہار، اس خوف سے لرزتے رہنا کہ اُس کا حق کبھی ادا نہیں کیا جاسکتا، اُس کے احکامات کی تعمیل کے لیے آمادہ اور تیار رہنا۔

احساسِ حضوری

زندگی ایسے گزاریئے جیسے آپ اُس کے سامنے موجود ہیں۔ یاد رکھیے کہ: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ (الحدید ۵۷:۴)، ’’وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تُم ہو‘‘۔ جب آپ سے قربانی طلب کی جائے یا آپ ازخود قربانی پیش کریں، یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ اُس کی نظروں کے سامنے ہیں۔ یہی بات وہ آپ سے ہروقت ذہن میں رکھنے کے لیے کہتا ہے: فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (الطور ۵۲:۴۸)، ’’یقیناً تُم ہماری نظروں میں ہو‘‘۔ جب آپ اس یقینِ کامل کے ساتھ کوئی قربانی پیش کریں گے کہ جسے پیش کررہے ہیں وہ آپ کو دیکھ رہا ہے اور اُس کا دیا ہوا اجر کئی گُنا زیادہ اور ابدی ہوگا، تو یہ آپ کے اندر وہ قوتِ محرکہ اور توانائی پیدا کردے گا جو آپ کو درکار ہے۔

یہ احساسِ حضوری کہ ہم اُس کے سامنے موجود ہیں، اُس کی نظریں ہم پر ہیں، وہ ہماری باتیں سُن رہا ہے، جب ہم اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں تو مالک ہماری نگرانی کررہا ہے اور بڑی سخاوت اور مہربانی کے ساتھ ہمیں اجروثواب سے نواز رہا ہے ــــــ یہ احساس جذبۂ قربانی کو اُبھارنے کا اوّلین ذریعہ ہے۔ اس سے اللہ پر بھروسا بھی پیدا ہوتا ہے۔ جب آپ کو یہ احساس ہوجائے کہ وہ ہروقت آپ کے ساتھ ہے تو آپ اپنے تمام معاملات اُسی کے سامنے پیش کریں گے۔

شوقِ ملاقات

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ (اٰل عمران ۳:۱۸۵) ’’آخرکار ہر شخص کو مرنا ہے‘‘۔ موت ہر شے کا اختتام نہیں ہے، اگلے مرحلے سے قبل کا وقفہ ہے۔ اُس مرحلے میں ہم اللہ کے رُوبرو کھڑے ہوں گے۔

ہم میں سے کوئی شخص مرنا پسند نہیں کرتا، یہ انسانی فطرت ہے، مگر ہمیں مرنا ضرور ہے، اور موت کے بعد ہی ہم پر ابدی زندگی اور اُس کی برکتوں کے دروازے کھلیں گے۔ اگر آپ اس دُنیاوی زندگی کی حیثیت اور حقیقت کو سمجھتے ہیں اور آپ یہ جانتے ہیں کہ آپ کو اپنا بہترین اجر اللہ سے ملاقات پر ملے گا تو آپ کے اندر دو قسم کے احساسات فروغ پائیں گے: ایک، اللہ سے ملاقات کا شوق، تاہم اپنے اعمال کی کوتاہیوں کے سبب ایک خوف بھی دِل میں جاگزیں ہوگا۔ دوسرے، اِس دُنیا کی ہر چیز اللہ کی راہ میں قربان کردینے پر آمادگی کا جذبہ جس کا اجر آپ کو آخرت میں ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ایک دُعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ! مجھے اپنے وجہِ کریم کی زیارت کی لذت سے اور اپنی ملاقات کی تمنا سے بہرہ مند فرما'' ۔(نسائی، احمد، حاکم)

شکر گزاری اور عجز

قربانی کی نوعیت خواہ کچھ بھی ہو، بڑی ہو یا چھوٹی، مادّی ہو یا غیر مادّی اسے ممنونیت اور عاجزی کے ساتھ پیش کیجیے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اللہ کی راہ میں دینے سے اپنے آپ کو مضمحل اور درماندہ محسوس کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر کہنے لگتے ہیں کہ: ''ہم تو پہلے ہی بہت وقت دے چکے ہیں، ہم پہلے ہی بہت مال دے چکے ہیں، اب ہم اور کتنا دیں؟ ہم پہلے ہی بہت قربانی دے چکے ہیں، اب ہم سے مزید کیا چاہیے؟ ایسا صرف اُسی صورت میں ہوتا ہے جب قربانی صرف ایک اللہ کی رضا وخوش نودی کے حصول کے لیے نہ دی جارہی ہو، بلکہ کسی اور جذبے کے تحت دی جارہی ہو، یا جب آپ کو اس حقیقت کا احساس نہ ہو کہ اگر کچھ قربانی دینے کا موقع مل رہا ہے تو صرف اُس کے فضل وکرم سے مل رہا ہے۔ ہر قربانی عاجزی اور انکسار کے ساتھ پیش کیجیے۔

یہ بات صاف طور پر سمجھ لینی چاہیے کہ آپ جو چیز پیش کر رہے ہیں وہ کسی فرد یا کسی تنظیم کو نہیں پیش کر رہے ہیں۔ نہ وہ چیز آپ اللہ کو ہدیہ کر رہے ہیں، کیوں کہ وہ اتنا رحیم وکریم اور فیاض ہے کہ آپ سے کہتا ہے کہ جو کچھ تم اللہ کی راہ میں دیتے ہو وہ قرض ہے، جس کا کئی گُنا وہ تم کو لوٹا دے گا۔ دراصل آپ ہر چیز اپنے آپ ہی کو دے رہے ہوتے ہیں۔ کیا کوئی شخص اپنے آپ ہی کو مزید اور مزید دیتے رہنے سے تھک سکتا ہے؟

یہ خود غرضی نہیں ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہماری اُخروی خوش حالی اللہ کے آگے سر جھکانے میں مضمر ہے۔ قربانی کے ذریعے سے ہم اِس دُنیا کی زندگی میں بھی بہتری لانا چاہتے ہیں اور ہمیں آخرت میں بھی ایک کامیاب وکامران ابدی زندگی کی تمنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہر وہ قربانی جو ہم دیتے ہیں اور ہر وہ چیز جو ہم اللہ کی راہ میں قربان کرتے ہیں، ہماری قوم کو مزید تقویت فراہم کرتی ہے۔ لہٰذا اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ اُس نے آپ کو قربانی دینے کا موقع دیا، آپ کو اپنے کام کے لیے طلب کیا، اور اپنی راہ میں قربانی دینے کی توفیق سے نوازا۔ اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے۔ ہم بھٹکتے پھرنے کے لیے چھوڑ دیے جائیں۔ ہمیں مال کی

قربانی دینے کا موقع ہی نہ ملے، یوں ہم ابدی انعامات کے حصول سے محروم رہ جائیں۔ آپ کو ہر قربانی جذبۂ تشکر اور احساسِ ممنونیت کے ساتھ دینی چاہیے۔ اُس کی طرف قبولیت کی آس کے ساتھ دیکھنا چاہیے۔

عجز وانکسار بھی ضروری ہے۔ کبھی یہ احساس پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ بہت ہوگیا۔ جوں ہی اس بیماری کے جراثیم آپ کے دل میں داخل ہوں گے کہ آپ نے بہت کچھ کرلیا ہے، سب کچھ ضائع ہوجائے گا۔ ہمیشہ یہ خیال رہنا چاہیے کہ آپ جو کچھ قربان کررہے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے عائد ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔ یہ خیال رہنا کہ جتنی بھی قربانی دی جائے وہ کبھی کافی نہیں ہوگی، قربانی کی بنیاد ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (المومنون ۲۳:۶۰)، ''وہ دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں، مگر ان کے دل لرزتے رہتے ہیں''۔

اندرونی قوتِ محرکہ

وہ بنیادی قوتِ محرکہ جو آپ کو قربانی دینے پر آمادہ کرے خود آپ کے اندر موجود رہنی چاہیے۔ یہ اُمنگ اندر سے اُٹھنی چاہیے۔ اس کی جڑیں آپ کے قلب وروح کی گہرائیوں میں پیوست ہونی چاہییں۔ نہ گروہی فیصلہ، نہ دیکھا دیکھی، نہ تنظیمی پابندی، نہ کوئی اور خارجی دباؤ آپ کو قربانی کے لیے آگے بڑھنے کے لیے اُکسائے۔ ان میں سے ہر چیز اہم ہے اور ہمارے رویّوں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن اگر اللہ کی رضا کے سوا کسی اور مقصد سے قربانی پیش کی جائے تو بڑے پیمانے پر قربانی دینا، یا مسلسل قربانی دیے جانا، ہر قسم کے حالات میں انتہائی مشکل ہوجاتا ہے۔ قربانی کے لیے عزم وارادہ اور جذبہ اندر سے اُبھرنا چاہیے۔

برضا و رغبت فیصلہ

قربانی دینے کا فیصلہ برضا و رغبت کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو خود اپنے فیصلے کے تحت، آپ کے پاس جو کچھ بھی موجود ہے اُس کی قربانی، اللہ کی رضا کی خاطر پیش کرنے کے لیے آگے بڑھنا چاہیے۔ آپ کو راضی برضاے الٰہی ہوجانا چاہیے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قربانی پیش کرتے ہوئے کسی کو زحمت اور تکلیف کا احساس بھی نہیں ہونا چاہیے۔ جس وقت آپ اپنی محبت، اپنی پسند یا اپنی قابلِ قدر چیز سے دست بردار ہو رہے ہوتے ہیں، تو تکلیف محسوس ہونا بشری تقاضا ہے۔ یقینی بات ہے کہ اگر آپ کوئی شے قربان کرتے ہوئے تکلیف نہ محسوس کریں تو وہ قربانی کہے جانے کی مستحق ہی نہیں ہے۔ آپ اپنے گھر سے محض وہ چیز پھینک رہے ہیں جو آپ کے لیے بے کار ہے۔ اس کے بجائے آپ کو جس قدر زیادہ دُکھ ہو رہا ہوگا وہ اُتنی ہی قیمتی قربانی ہوگی۔ مگر اس تکلیف اور دُکھ کی پشت پر آپ کا عہدِ وفا ہے۔ وہ عہد جو آپ کو اپنی قیمتی چیز اللہ کی رضا کے حصول کے لیے قربان کر دینے کا ہے۔ اللہ کی رضا حقیقتاً سب سے بڑھ کر قیمتی چیز ہے۔ آپ یہ تکلیف اور دُکھ اللہ سے اپنی محبت کی وجہ سے برضا و رغبت برداشت کرتے ہیں، کیوں کہ آپ کے دل میں اللہ کی محبت ہر چیز کی محبت سے بڑھ کر ہے۔

دو استعانتیں

ہماری مدد و معاونت کے لیے دو بنیادی چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو ہماری اندرونی صلاحیتوں میں اضافہ کرتی ہیں، میں ان کو آپ کے سامنے پہلے ہی رکھ چکا ہوں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (البقرہ ۲:۱۵۳)، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو۔

نماز کیا ہے؟ یقیناً نماز ایک رسمی عبادت ہے۔ چند جسمانی حرکات و سکنات پر مشتمل ہے۔ اس میں کچھ الفاظ بھی شامل ہیں جو ہم ابتدا سے آخر تک پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن نماز کا مجموعی مقصد اللہ کا ذکر کرنا اور اللہ کو یاد رکھنا ہے۔ یہی بات قرآن صاف اور واضح الفاظ میں کہتا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ ۲۰:۱۴)، ''میری یاد کے لیے نماز قائم کرو''۔

صبر جامع المعانی لفظ ہے۔ لغوی طور پر صبر کے معنی ہیں: رُک جانا اور باز رہنا۔ قرآن میں یہ لفظ وسیع مفاہیم میں استعمال ہوا ہے اور کئی صفات کا احاطہ کرتا ہے: اپنے آپ کو روکے رکھنا، ارادہ کرنا، تحمل اور جذبۂ قربانی، نظم و ضبط اور ثابت قدمی۔ یہ آپ کو اللہ سے، اپنے کیے ہوئے عہد سے اپنے بھائیوں سے اور آپ کو اپنی اُخروی فلاح سے جوڑے رکھتا ہے۔ نماز اور صبر کا دامن تھامے رکھنے سے آپ کو وہ استقامت حاصل ہوگی جو قربانی کے لیے ضروری ہے۔

دو مثالی پیکر

آخر میں ہمیں قربانی کے دو مثالی پیکروں پر نظر ڈالنی چاہیے۔

اُن میں سے ایک ہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔ اُن کو ہر قابل تصور طریقے سے آزمایش میں مبتلا کر کے جانچا گیا۔ اُن کے والد، اُن کا خاندان، اُن کے زمانے کی مذہبی اور سیاسی طاقتیں، سب اُن کے مخالف تھے۔ اُنھوں نے سب کو چھوڑ دیا۔ اُنھیں آگ کے الاؤ میں پھینک دیا گیا۔ اُن کو گھر سے نکال دیا گیا۔ اُنھیں صحراؤں اور جنگلوں میں بھٹکنا پڑا اور آخرکار اُنھوں نے اپنے بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دی۔ یہی کام غالباً دشوار ترین کام تھا۔ وہ نہ صرف اپنے پیارے بیٹے کی قربانی دے رہے تھے بلکہ تسلیم شدہ انسانی اخلاق کی بھی قربانی دے رہے تھے۔ تاہم، حتمی بات یہ ہے کہ تمام اخلاقیات اللہ کی مرضی کی تابع ہیں۔ اُس کو راضی رکھنا سب سے بڑا اخلاقی پیمانہ ہے۔ یقیناً یہ صرف اللہ کے نبی کا منصب ہے کہ وہ اُس کے براہِ راست حکم پر اللہ کے متعین کردہ اخلاق سے ماورا یہ انتہائی قربانی اُس کے حضور پیش کر دے۔ تاہم، بعض مواقع پر ہم میں سے بعض کو بھی اللہ کے واضح احکام کے مقابلے میں اپنے ذاتی اخلاقی فیصلوں کو معطل کرنا پڑتا ہے۔ ان قربانیوں اور آخری قربانی کو پیش کرنے کے بعد ہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو 'امام الناس' بنانے کا اعلان کیا گیا:

> وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ (البقرہ ۲:۱۲۴)، یاد کرو جب ابراہیمؑ کو اُس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ اُن سب پر پورا اُتر گیا، تو اُس نے (اللہ نے) کہا: میں تجھے سب انسانوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔

اگر ہم یہ کہتے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اسلام کی نشاتِ ثانیہ کے لیے اُٹھے ہیں، جہاں اسلام بنی نوع انسان کا رہبر و قائد ہو گا تو ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اُسوۂ مبارکہ کی پیروی اور تقلید کرنی چاہیے۔

دوسرا نمونہ سیدنا و نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ خواہ وہ وادیِ مکہ ہو، جہاں آپؐ کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے، یا وادیِ طائف ہو، جہاں آپؐ پر سنگ باری کی گئی، یا اُحد کا میدان ہو، جس میں آپؐ کے دندان مبارک شہید کر دیے گئے، یا مدینے کی گلیاں ہوں، جن میں آپؐ کے دشمنوں نے

آپؐ کے خلاف افترا پردازانہ پروپیگنڈا کیا، آپؐ نے ہمارے لیے قربانی کی افضل ترین مثالیں چھوڑی ہیں۔ ایسا ہی آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے بھی کیا۔

بنیادی اُصول

جیسا کہ ہم پہلے جائزہ لے چکے ہیں، بنیادی طور پر قربانی کا مطلب جانور کا ذبح کرنا ہے۔ حج کے دوسرے دن سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی قربانیوں کی یاد تازہ کرنے کے لیے جانور قربان کیے جاتے ہیں۔ حج خود ایک رسمِ عبودیت ہے جس میں انتہائی سخت مشقت بھری قربانیاں شامل ہیں۔ یہاں ہمیں دو اہم اسباق ذہن نشین کر لینے چاہییں:

اوّل: اللہ کے یہاں قبولیت ہماری قربانی کے جانور کی نہیں ہوتی، بلکہ قبولیت ہمارے دلوں میں پائی جانے والی اللہ سے محبت کی، ہماری اطاعت کی اور ہماری قربانی دینے کی نیت کی ہوتی ہے۔ اس بنیادی اُصول کو کبھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیجیے، روح کو چھوڑ کر صرف رسم پر مطمئن نہ ہو جایئے، البتہ رسم کو بھی ترک نہ کیجیے: لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا لٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ ط (الحج ۲۲: ۳۷)، نہ اُن کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون، مگر اُسے تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

دوم: اعلیٰ ترین قربانی زندگی کی قربانی ہے۔ اللہ کی راہ میں اپنی حیاتِ دُنیوی کی قربانی دے کر آپ صرف ایک بار موت کو گلے لگاتے ہیں اور یہ آخری قربانی ہے۔ مگر آپ اُس صورت میں ہر روز اور ہر لمحے موت کو گلے لگاتے ہیں جب آپ دل کی گہرائیوں میں پیوست محبت کے ہاتھوں مجبُور ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں، اور تمام اندرونی اور بیرونی مخالفتوں کے باوجود اُس کی اطاعت و فرماں برداری کرتے رہتے ہیں۔ یوں آپ اپنی زندگی کی قربانی ایک بار نہیں دیتے، بار بار دیتے رہتے ہیں۔ یہ افضل ترین قربانی ہے: قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَo (الانعام ۶: ۱۶۲) کہو، میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

حاصلِ کلام

آخر میں مجھے یہ کہنے دیجیے کہ ہم سے یہ تمام قربانیاں اس لیے طلب کی جاتی ہیں کہ ہم نے

اپنے کاندھوں پر اُس مشن کی تکمیل کا بوجھ اُٹھا رکھا ہے جو اللہ کے رسولوں کو سونپا گیا تھا: 'تاکہ تم لوگوں کے سامنے گواہ بن کر کھڑے ہو'۔ ہمیں اپنے رب کا سچا بندہ بننا چاہیے اور انسانیت کا بے لوث خادم۔ بنی نوع انسان ہی کے لیے ہمیں ایک اُمت کی حیثیت سے مبعوث کیا گیا ہے۔ اس بعثت کا تقاضا ہے کہ ہم زندگی کے ایک مشکل ترین کام کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیں۔

قربانی کے بغیر اسلام کی نشأتِ ثانیہ کا کام ہمیشہ صرف تقریروں کا یا خواب کا موضوع بنا رہے گا۔ اس خواب کو حقیقت بنانے کے لیے ہمیں اپنا وقت، اپنا مال، اپنی زندگی، اپنے وسائل اور اپنی ذاتی پسند و ناپسند کی قربانی دینی ہوگی۔ تاہم ہماری بہترین کوششیں بھی کاملیت کے درجے کو نہیں پہنچ سکتیں۔ ہم ڈگمگا سکتے ہیں، ڈانواڈول ہو سکتے ہیں اور مایوسی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اللہ صرف ہماری نیتوں اور کوششوں کو دیکھتا ہے۔ ہمیں اللہ سے رجوع کرنا چاہیے اور اُس سے مدد مانگنی چاہیے، مبادا کہ جس وقت ہم سے قربانی طلب کی جائے اُس وقت ہماری بشری کمزوریاں ہم پر غالب آ جائیں۔ ہمیں اپنی کوتاہیوں اور خطاؤں پر اُس سے مغفرت طلب کرنی چاہیے:

رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَآ إِصۡرٗا كَمَا حَمَلۡتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِنَاۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦۖ وَٱعۡفُ عَنَّا وقفة وَٱغۡفِرۡ لَنَا وقفة وَٱرۡحَمۡنَآ وقفة أَنتَ مَوۡلَىٰنَا فَٱنصُرۡنَا عَلَى ٱلۡقَوۡمِ ٱلۡكَٰفِرِينَ ۝ (البقرہ ۲:۲۸۶)، اے ہمارے رب! ہم سے بھول چوک میں جو قصور ہو جائیں، اُن پر گرفت نہ کر۔ مالک! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔ پروردگار! جس بار کو اُٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے، وہ ہم پر نہ رکھ۔ ہمارے ساتھ نرمی کر، ہم سے درگزر فرما، ہم پر رحم کر، تو ہمارا مولیٰ ہے، کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔

جولائی ۱۹۷۹ء میں لاس اینجلس (امریکا) میں مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کی 'مغربی ساحل کانفرنس' (West Coast Conference) میں نمازِ جمعہ کے موقع پر خرم مرادؒ کا خطاب جو Sacrifice کے عنوان سے شائع ہوا۔ ترجمہ: احمد حاطب صدیقی

(کتابچہ منشورات سے دستیاب ہے۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ زیادہ تعداد میں لینے پر رعایت)